حج واتحاد اسلامی

(مفتی) افروز عالم قاسمی

''حج'' اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے۔ یہ ایک ایسی اہم عبادت ہے، جس میں مالی اور بدنی دونوں طرح کی عبادتیں جمع ہیں۔ اگر ایک طرف اس میں مال خرچ ہوتا ہے، تو دوسری طرف ارکانِ حج کی ادائیگی کے لیے زبردست جسمانی محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے وقت عاجزی، سپردگی، پرہیزگاری، قربانی اورعبدیت و بندگی کے تمام جذبات موجزن ہوتے ہیں اور بندہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر فقط اللہ کی خوشنودی کے حصول میں اس طرح سرگرداں ہوتا ہے کہ اللہ کی کبریائی اور اس کی عظمت کا احساس اس کے دل و دماغ میں جاں گزیں ہوجاتا ہے۔

حج کے ان گنت فوائد پرنگاہ ڈالنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حج کے بے شمار اخروی اور باطنی فوائد ہیں، وہیں اس کے بہت سے دنیوی و ظاہری فائدے بھی ہیں جن میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ عالمی سطح پر اتحاد بین المسلمین کا پیغام ملتا ہے۔ دورانِ حج نہ کوئی چھوٹا ہوتا ہے، نہ بڑا، نہ کالا ہوتا ہے، نہ گورا۔ نہ عربی ہوتا ہے اور نہ عجمی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ''انّما المؤ منون اخوۃ'' (تمام مسلمان آپس آپس میں بھائی ہیں)، اخوت و بھائی چارگی کا بے مثال وشاندار مظاہرہ حج کے ایام میں دکھائی دیتا ہے۔

حج بیت اللہ کے موقع پر مساوات و اتحاد کا بے مثال مظاہر ہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام ودعوت دیتا ہے کہ وہ اسی طرح ہر موقع پر باہم اخوت و بھائی چارگی کا مظاہرہ کریں اور اتحاد کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں۔ اتحاد کے قیام کے دوران مساوات کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ مساوات کو نظرانداز کرکے اتحاد کے مقصد کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ آج چونکہ بہت سے مسلمان مساوات کے اس تصورکو اپنی زندگیوں میں نافذ نہیں کررہے ہیں جو اسلام نے پیش کیا ہے، اس لیے ان کے درمیان اختلافات کی خلیجیں بڑھتی جارہی ہیں۔ اپنے آپ کو اعلیٰ برادری کا فرد سمجھنا اور دوسرے کو حقیر ذات یا برادری کا فرد خیال کرنا مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا ایک بڑا سبب بن رہاہے جب کہ اسلام میں اس طرح کے بے جا فخر کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں

وضاحت کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے: اِنَّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم (بلاشک و شبہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ مکرم وہ ہے جو متقی ہے) گویا کہ افضلیت کا معیار تقوی ہے نہ کہ برادری، مالداری یا خوبصورتی۔آج کل مسلمانوں کے درمیان مسلکی تنازعات سر اٹھار ہے ہیں جس کے باعث ان کا رعب ودبدبہ ختم ہوتا جارہا ہے۔

''حج'' کے لغوی معنی ''قصد'' کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں حج سے مراد بیت اللہ کا قصد اور وہ مخصوص افعال ہیں جو عبادت کے ارادے سے متعینہ وقت میں ادا کیے جائیں۔ حج ہر شخص پر ضروری نہیں ہے، حج کے فرض ہونے کے لیے صاحب ایمان، بالغ، عاقل، آزاد، تندرست اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچِ سفر وسواری کی استطاعت رکھنا اور راستہ کا بھی پُر امن ہونا ضروری ہے، سفر کے خرچ سے مراد وہ زائد مال ہے جو قرض، مکان اور ضروری سامانِ اشیاء کے علاوہ ہو۔ اسی طرح روانگی سے واپسی تک کی مدت تک کے لیے اہل وعیال کے کھانے پینے کے جو ضروری اخراجات ہیں، اس سے بھی زائد ہو۔جو شخص بھی ان شرائط کی تکمیل کا اہل ہے، اس پر حج فرض ہے۔''حج'' کے لیے بلوغت کے بعد عمر کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ چنانچہ حج میں فقط اس لیے تاخیر کرنا کہ بچے چھوٹے ہیں، یا ان کی بیاہ شادیاں کرنی باقی ہیں، مناسب نہیں۔

حج کی اہمیت وفضیلت قرآن مجید کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت وواضح ہے۔فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کرنا بڑا گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس شخص کو کسی مرض نے یا کسی حقیقی ضرورت نے یا کسی ظالم و جابر حکمران نے نہ روک رکھا ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے، چاہے نصرانی''۔ ''حج'' خلوص نیت کے ساتھ ادا کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ حج تزکیۂ قلب اور روحانی و ایمانی اصلاح کی آخری تدبیر ہے۔ اگر حج کی ادائیگی کے بعد بھی انسان تقوی و پرہیزگاری کی راہ پر نہ آئے، اس کے قلب کی صفائی نہ ہو اور رضائے الٰہی کا جذبہ اس کے دل کے اندر موجزن نہ ہو تو یہ انتہائی محرومی کی بات ہے۔دورانِ حج جس پیمانہ پر انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہوتی ہے اور جس اخلاص کے ساتھ وہ اللہ کی بڑائی وعظمت کے سامنے اپنے آپ کو پورے طور پر جھکا دیتا ہے اور خاک آلود ہوکر کبھی عرفات میں، کبھی مزدلفہ میں تو کبھی کوہِ صفا پر اور کبھی کوہِ مروا پر دوڑتا ہے، اس پر اللہ کی جانب سے اسے بہترین اجر وانعام کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور اس دوران اس کے دل کے اندر یہ داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کائنات کی وسعتیں کوئی

حیثیت نہیں رکھتیں، وہی عبادت کے لائق ہے اور وہی خالق ومالک حقیقی ہے۔

اسلام میں عبادت کو کس قدر اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے چار ارکان نماز، روزہ، زکوۃ اور حج عبادت سے ہی متعلق ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ عبادات میں بھی اتحاد و بھائی چارگی اور اجتماعیت کے پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔مثلاً دن بھر میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی ہیں، لیکن ان نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید ہے۔ تاکہ محلے کے لوگ پانچ وقت مسجد میں کاندھے سے کاندھا ملاکر کھڑے ہوں اور اللہ کی عبادت کریں۔ ظاہر سی بات ہے کہ جب ایک مسجد میں مسلمان پانچ بار باہم ملیں گے، ایک ساتھ رکوع وسجود کریں گے، قیام کریں گے تو ان کے مابین محبت پیدا ہونا فطری بات ہے جس کے اثرات صرف مسجد ہی میں نہیں بلکہ مسجد کے باہر بھی محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ بعض لوگوں کے باہم اچھے تعلقات مسجد سے شروع ہوئے اور وہ باہر بھی ایک دوسرے کے کام آنے لگے۔ محلے کی سطح پر اخوت و بھائی چارگی کے قیام کے بعد پورے شہر اور علاقہ میں مسلمانوں کے درمیان محبت واخوت کے لئے جمعہ کی نماز اہم رول ادا کرسکتی ہے۔ کیونکہ اس نماز میں پورے شہر اور گردونواح کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ جب ہر ہفتہ علاقے وشہر کے مسلمان مسجد میں جمع ہونگے اور ایک ساتھ اللہ کی عبادت کریں گے تو ان کے مابین شناسائی بھی ہوگی اور ایک دوسرے کے درمیان بھائی چارگی کا قیام بھی عمل میں آئے گا۔عیدین کی نماز کے ذریعہ اخوت واتحاد کو مزید وسیع پیمانہ پر قائم کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان نمازوں میں پورے علاقے کے لوگ عیدگاہ میں جمع ہوتے ہیں۔ علاقہ کی سطح پر اتحاد وبھائی چارگی کے قیام کے بعد عالمی سطح پر محبت وبھائی چارگی کے قیام کے لئے ’’حج بیت اللہ‘‘ اہم عبادت ہے۔یعنی مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت واخوت کے قیام کا وہ سلسلہ جو ہر روز پانچ وقت کی باجماعت نمازوں سے شروع ہوا تھا، وہ حج کے عظیم وبین الاقوامی اجتماع کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ کیونکہ ’’حج‘‘ کے موقع پر دنیا کے ہر خطے کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ اس طرح کا عظیم اجتماع کسی اور موقع پر دیکھنے کو نہیں ملتا۔مسلمانوں کے دیگر اجتماعات یا تو محلے کی سطح پر ہوتے ہیں یا علاقائی وقومی سطح پر۔فی زمانہ اسلام کی تبلیغ واشاعت سے متعلق بھی کئی بڑے اجتماعات دیکھنے کو ملنے لگے ہیں، جن میں کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور دین کی باتیں سنتے ہیں، لیکن ان اجتماعات کی حیثیت جدا ہوتی ہے۔ خانۂ خدا میں مسلمانوں کا حج

کے موقع سے عظیم اجتماع زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ایک تو اس لیے کہ یہ بیت اللہ میں ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ یہ اسلام کے اہم فریضہ کی ادائیگی پر مبنی ہوتا ہے ۔"حج "کے موقع پر یہ عظیم اجتماع باقاعدہ اسلام کے اجتماعی نظام کی اہم کڑی ہے ۔

حج کی ادائیگی کا ایک خاص وقت متعین کیا گیا ہے تاکہ دنیا بھر کے مسلمان اس مخصوص وقت میں جمع ہوجائیں۔اگر وقت کی تعیین نہ ہوتی تو عالمی اجتماع کا مقصد حاصل نہ ہوتا۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ " زمانۂ حج چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں ، جوشخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے ، اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران شہوانی باتیں نہ ہوں اور نہ خدا کی نافرمانی کی باتیں ہوں اور نہ لڑائی جھگڑے کی باتیں ہوں"[۱] اللہ کے اس فرمان کا نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ حج کے موقع پر قدم قدم پر بے انتہا بھیڑ ہونے کے باوجود آپس میں کسی طرح کا کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ دورانِ حج اتنے وسیع پیمانے پر اتحاد بین المسلمین کا مقصد صرف اتنا نہیں کہ فقط چند دنوں کے لیے مسلمان آپس میں اتحاد قائم کرلیں اور باقی دنوں میں اختلاف وتنازعات میں رہیں بلکہ حج میں اتحاد و اتفاق کی تربیت کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان حج سے لوٹ کر اپنے اپنے علاقوں میں اسی اتحاد کا مظاہرہ کریں ،خود بھی متحد رہیں اور دوسروں کو بھی اتحاد کی دعوت دیں۔

اگرچہ اتحاد کی ضرورت ہر زمانے میں ہے لیکن عہد حاضر میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے قیام کی ضرورت زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی جارہی ہے۔ کیونکہ اختلافات نے ان کے گرد محاصرہ کیا ہوا ہے۔ کہیں مسلک کے نام پر، کہیں برادری و ذات کے نام پر، کہیں امیر وغریب کے نام پر، کہیں ملک اور علاقہ کے نام پر اور کہیں رنگ ونسل کے نام پر۔ نتیجہ یہ کہ موجودہ زمانے میں ان کی اجتماعیت کا شیرازہ منتشر ہوکر رہ گیا ہے اور وہ دنیا بھر میں ڈیڑھ ارب کی تعداد میں ہونے کے باوجود بے حیثیت ہوگئے ۔اعداد وشمار کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے۔ مسلمانوں کے پاس مجموعی طور پر ۵۰ سے زیادہ ممالک ومملکتیں ہیں ۔ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں ایسے قدرتی ذخائر موجود ہیں، جو دنیا کے بڑے خطے کے لئے مفید ہیں۔ مثلاً گیس ، پٹرول ، ڈیزل اور تیل جس مقدار میں مسلم ممالک میں نکلتا ہے، دیگر ممالک میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں نکلتا۔اس کے باوجود حیران کن امر یہ ہے کہ مسلم قوم دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں بہت زیادہ پیچھے نظر آتی ہے۔ نہ صرف معاشی

اعتبار سے بلکہ تعلیمی اور سیاسی اعتبار سے بھی۔ مسلمانوں کی بے حسی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ سیاسی سمجھداری اب مسلمانوں کا طرۂ امتیاز نہیں رہا اور نہ ہی غور وفکر ان کے اندر موجود ہے۔اسی لئے ان کے ممالک میں مغربی ممالک بہت حد تک مداخلت کرتے ہیں اور انہیں اپنے مطابق چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل موجودہ زمانے میں ملت اسلامیہ کی ہوا اُکھڑ گئی ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں اچھی طرح سے جانتی ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب کے قریب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں، برادریوں، مسلکوں وعلاقوں میں تقسیم ہیں ۔مغربی ممالک کے مقابلے میں مسلم ممالک دیگر قسم کے ہتھیاروں کے لحاظ سے بھی بہت پیچھے ہیں۔ٹکنالوجی کی بات کی جائے تو اس تعلق سے بھی ان کی صورت حال مایوس کن ہے۔معاشیات کو ترقی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی کی حالت اس اعتبار سے بھی بہت زیادہ خستہ ہے۔مسلمانوں کی زیادہ تر آبادی انڈونیشیا، پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں ہے ۔اقتصادی سطح پر انڈونیشیا کی دگرگوں حالت ، پاکستان کی غربت ، بنگلہ دیش کی مفلسی اور ہندوستان کے مسلمانوں کی خستہ صورت حال چیخ چیخ کہہ رہی ہے کہ دنیا کے زیادہ تر مسلمان غریب وپسماندہ ہیں ۔مسلمانوں کی شناخت اور ان کے مقام ومرتبہ کی بات کی جائے تو دورحاضر میں وہ ایک شکست خوردہ قوم کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں ۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا ماضی تابناک تھا، لیکن حال بہت زیادہ خستہ ہے۔ کوئی قوم ان کو خاطر میں نہیں لاتی، کوئی ملک ان کی عظمت کا دل سے معترف دکھائی نہیں دیتا بلکہ چھوٹی چھوٹی قومیں بھی ان پر جھپٹتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں ۔

سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی یہ درگت کیوں بنی ہوئی ہے؟ مسلمان آئے دن قعر مذلت کے شکار کیوں ہورہے ہیں ؟ دنیا میں ان کا رعب ودبدبہ کیوں نہیں ہے؟ دراصل مسلمان جو اپنی فعالیت وحرکت ، اپنی بھائی چارگی واخوت اور تعلیم وفکر کے لئے جانے جاتے تھے، آج یہ اہم چیزیں ان کے درمیان موجود نہیں رہ گئیں۔ نہ باہمی اتحاد و بھائی چارگی، نہ فکروجرأت مندی اور نہ حرکت وفعالیت۔ ظاہرسی بات ہے کہ ایسی صورت میں اگر مسلمان روبزوال نہیں ہونگے تو کیا ہوں گے؟ یہ دنیا کا دستور ہے کہ جو قوم حرکت وبیداری کو خیرباد کہہ دیتی ہے اور فکر وعمل کو چھوڑ دیتی ہے، زبوں حالی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اقبالؔ نے درست کہا ہے:

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے
پھر کسی قوم کی شوکت پہ زوال آتا ہے

حیران کن امر یہ ہے کہ امت مسلمہ اس درگت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کررہی ہے، مگر اس کے باوجود وہ بیدار ہونے کے لئے تیارنہیں، مسلم حکمران باہم دوستی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں، مسلم عوام ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنے سے کترارہے ہیں۔لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک وہ متحرک وفعال نہیں ہونگے، اپنی صفوں میں اتحاد پیدانہیں کریں گے، غوروفکر کی قوت سے لیس نہیں ہونگے اور اخلاص کی دولت سے مالا مال نہیں ہونگے، اس وقت تک پستی ان کا تعاقب کرتی رہے گی۔اس لئے اس سے پہلے کہ وہ زوال کے آخری دہانے پر پہنچ جائیں، اور ہوا کا تیز وتند جھونکا تباہی وبربادی کے سمندر میں انہیں غرقاب کردے، وہ جاگ جائیں اوراسلامی تعلیمات پر کماحقہ عمل پیرا ہوجائیں۔

وقت کا تقاضہ ہے کہ جس طرح مکہ کی سرزمین پر حج کے دوران امیر وغریب، بادشاہ وفقیر کا اتحاد سامنے آتا ہے، اسی طرح کا اتحاد محلّہ کی سطح پر، شہر اور علاقہ کی سطح پر، ملکی اور عالمی سطح پر بھی سامنے آنا چاہئے۔ یہ اتحاد کلمہ کی بنیاد پر ہونا چاہئے اور اس اتحاد میں اونچ نیچ کا فرق نہ ہو، کوئی صوبہ، سرحد حائل نہ ہو۔یعنی یہ اتحاد معاشرتی وعوامی سطح پر بھی ہو اور ملکی، علاقائی اور عالمی سطح پر بھی۔ اسلام نے مساوات کے قیام پر حد درجہ زور دیا ہے۔ کیونکہ مساوات وہ شے ہے، جو انسان کو عدل وانصاف کی طرف لے جاتی ہے اور معاشرہ کو شاندار طریقہ پر تشکیل دیتی ہے، جس میں سکون واطمینان ہوتا ہے، سب لوگ وہاں برابر ہوتے ہیں۔ ان میں کوئی اپنے آپ کو صاحب فضیلت نہیں سمجھتا اور نہ کوئی احساسِ کمتری کا شکار ہوتا ہے۔ حج بیت اللہ اسی مساوات کا شاندار مظہر ہے۔اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ”اورمسجد حرام جس کو ہم نے پورے عالم انسانی کے لیے مرکز بنایا ہے، جس میں مقامی لوگ اور باہر کے لوگ سب برابر ہیں“

حوالے:

۱۔سورۂ بقرہ،آیت ۱۹۷

۲۔سورۂ حج،آیت ۲۵